مولانا محمد اکرم رحمانی
مدرس جامعہ سلفیہ

صبرو استقامت کی اہمیت و فضیلت

قولہ تعالیٰ: یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین...... الی قولہ، واولئک ھم المھتدون (البقرہ:۱۵۳تا۱۵۷)

ترجمہ: اے لوگو جوایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن حکیم کی دیگر متعدد آیات میں صبر کا حکم اور اس کی اہمیت و فضیلت واضح کی گئی ہے۔ صبر کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم ہے دنیوی آفات ومصائب اور نقصانات کو قضائے الٰہی سمجھ کر برداشت کرلینا اور ان پر جزع وفزع و ماتم کرنا اور نہ زبان سے ایسی بات نکالنا جس میں اللہ کی ناراضگی کا پہلو ہو۔ اس کو تسلیم ورضا بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم ہے جہاد کی مشقتوں کی اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا، راہ فرار اختیار نہ کرنا۔ یہ شجاعت ومردانگی اور شیوہ مسلمانی ہے۔ تیسری قسم ہے اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں جو آزمائشیں، جن لذتوں اور دنیوی مفادات کی قربانی دینی پڑے جو ملامتیں سننی پڑیں، ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہ کی جائے بلکہ سب کو اللہ کی رضاء کیلئے برداشت کیا جائے۔ اسے استقامت بھی کہتے ہیں۔

انبیاء کرام اور ان کے پیروکاروں کی سیرت وکردار پر اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر واستقامت ہی ان کی کامیابی وکامرانی کی ضمانت تھی اور آج بھی اگر ہم کامیابی، فوز وفلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر صبر واستقامت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت نے تمام اولوالعزم رسل کو صبر کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل**۔ اور صبر واستقامت پر اللہ نے یہ خوشخبری دی ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** ۔ کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا بغیر حساب کے۔

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث میں بھی صبر کی اہمیت وفضیلت واضح کی گئی ہے۔ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سواء کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو۔ اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے۔ یعنی اس میں اجر ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا بھی اس کیلئے بھی بہتر ہے (کیونکہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجرہ) (متفق علیہ)

اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **وما اعطی احد عطاء خیرا اوسع من الصبر** (متفق علیہ) یعنی صبر کی توفیق جسے دی جائے تو سمجھ لو کہ اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی۔

علاوہ ازیں ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے کہ جب کسی مسلمان کا کوئی چھوٹا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اس کی روح قبض کرنے والے فرشتوں سے اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ اور اس کے کلیجے کے ٹکڑے کو اس سے چھین لیا۔ بتلاؤ، اس نے کیا کہا فرشتے جواب دیتے ہیں۔ اے اللہ، اس نے **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھا اور تیری تعریف اور حمد میں مصروف رہا۔ اس وقت اللہ عزوجل حکم دیتے ہیں۔

ابنوا لعبدی بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد، یعنی میرے اس بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مصائب وتکالیف اور آزمائشوں میں صبر جمیل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محرم الحرام اور اس کی عظمت اور ماتم کی شرعی حیثیت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم وافضل الصلوۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل (رواہ مسلم، صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کی ہے (مسلم)

مذکورہ حدیث میں اللہ کی طرف مہینے کی نسبت اس کے شرف وفضل کی علامت ہے جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ وغیرہ ہیں۔ محرم الحرام چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اور اسی ماہ محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے۔ باقی حرمت والے تین ماہ یہ ہیں، رجب، ذوالقعدہ، اور ذی الحجہ، ماہ محرم کو یہ امتیازی فضیلت حاصل ہے۔ کہ رمضان کے بعد اس ماہ کے نفلی روزوں کو دیگر نفلی روزوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ بالخصوص دس محرم کے روزے کی حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے کہ یہ ایک سال گذشتہ کا کفارہ ہے۔ اس روز نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام خصوصی روزہ رکھتے تھے۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہودی بھی اس امر کی خوشی میں کہ دس محرم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دس محرم الحرام سے ایک دن قبل یا بعد روزہ رکھو یعنی ۹ محرم الحرام اور ۱۱ محرم الحرام کو روزہ رکھے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق بھی واضح ہو اور یہودیوں کی مخالفت بھی۔ لیکن افسوس کہ اس مسنون عمل کو چھوڑ کر بعض مسلمانوں نے محرم کے ان دنوں کو ماتم اور دیگر مذموم رسومات کیلئے مقرر کرلیا ہے۔ حالانکہ ان رسومات کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بالخصوص جاہلیت کی رسم ماتم اور نوحہ کرنا نیز سینہ کوبی کی قبیح رسم سے بارہا اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

نمبر۱: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جو ماتم کرتا ہوا اپنے رخسار اور منہ پیٹے، گریبان پھاڑے، اور جاہلیت کی طرح پکارے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نمبر۲: انا بری ممن حلق وصلق وخرق (بخاری ومسلم)

ترجمہ: میں اس سے بیزار ہوں جو مصیبت میں سر کے بال منڈوائے یا بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے۔

نمبر۳: رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے نوحہ کرنے والے عورت اور سننے والی عورت دونوں پر لعنت کی ہے (ابوداؤد)

فرمایا: اثنتان فی الناس ھما کفر الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت (المسلم)

یعنی دو باتیں مسلمانوں میں کفر ہیں۔ نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ حقیقت میں ماتم کی رسم جاہلیت کی رسومات میں سے ایک رسم ہے۔ جسکو دیگر رسومات کے ساتھ اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے آکر ختم کردیا تھا۔ لیکن آج ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی آڑ میں ہر سال محرم الحرام میں اس کو بڑے زور وشور سے زندہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور قرآن کے فرمان کے مطابق وہ زندہ ہیں اور زندوں کے متعلق رونا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا اور ماتم کرنا شہادت کے مرتبہ کی توہین ہے۔ جس کی تمنا خود نبی کریم علیہ السلام نے کی اور صحابہ کرام بھی شہادت کی موت کی تمنا کرتے رہتے۔ اگر یوں شہیدوں کے ماتم کی اجازت ہوتی تو سال بھر کے دنوں میں ہمارا کوئی دن بھی ماتم سے خالی نہ ہوتا کیونکہ اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے جتنی قربانیاں مسلمانوں نے دی ہیں اتنی قربانیاں کسی قوم نے اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے نہیں دیں۔ اگر تاریخ پر سرسری نظر دوڑائی جائے تو سال بھر میں کوئی ماہ، کوئی ہفتہ بلکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوگا جس میں شہادت کا کوئی واقعہ یا رنج والم سے بھرپور کوئی سانحہ پیش نہ آیا ہو۔ اگر اسلام میں ماتم کی اجازت ہوتی تو ہم بارہ ربیع الاول کو ضرور ماتم کرتے کیونکہ اس دن مسلمان کائنات کی سب سے بڑی شخصیت (اللہ کے بعد) کے وجود مبارک سے محروم ہوگئے تھے اور سرکار دو جہاں ﷺ کی جدائی کے غم میں مدینہ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اگر ہمیں ماتم کی اجازت ہوتی تو یکم محرم الحرام کو ضرور ماتمی مجلس برپا کرتے کیونکہ اس دن خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے جن کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا جاچکا تھا۔ اور ہر طرف اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اگر ہم سوگ منا سکتے تو پھر اٹھارہ ذوالحجہ کو ضرور سوگ مناتے کیونکہ اس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام میں ماتم اور نوحہ وغیرہ کی کوئی اجازت نہیں اسلئے بڑی بڑی شخصیات کے ایام سوگ کے ساتھ نہیں منائے جاتے۔ لہٰذا ہمیں ایسے مواقع پر اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا چاہئے تاکہ ہم کم ازکم مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کا فہم وشعور اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے آمین